وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (سورة المؤمنون: ١٠٠)

''اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے، دوسری زندگی کے دن تک''

عذابِ برزخ

عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ (حدیث بخاری)

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایم بی بی ایس (لکھنؤ)

فاضلِ علومِ دینیہ (وفاق المدارس ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ :

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی

فون : 2850510-2854484

www.emanekhalis.com

فہرست مضامین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

امّابعد: لاریب کہ مرنے کے بعد قیامت تک قبر کا عذاب یا راحت یقینی چیزیں ہیں مگر افسوس کہ آج دنیا والوں کی اکثریت نے اسی دنیا کی زمین کے ایک خطّے کو وہ قبر ماننا شروع کردیا ہے جہاں سوال و جواب کے لیے ہر مرنے والے کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور پھر قیامت تک اس کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے؛ درآں حالیکہ ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر راکھ کردیا جاتا ہے، کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے...... آخر ان مرنے والوں کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا؟ کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب و راحت کا دور قیامت تک گزرے گا؟

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہر مرنے والے کو قبر دیتا ہے چاہے وہ زمین میں دفن کیا جائے یا کسی درندہ کے پیٹ میں جا کر فضلہ بن جائے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ ○ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ ○ مِنْ نُّطْفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ○ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ○ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ ○ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ ○ (عبس: ۱۷ تا ۲۲)

''مارا جائے انسان (دشمن حق) کیسا ناشکرا ہے یہ! کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا؟ نطفہ کی ایک بوند سے اللہ نے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی، پھر اس کے لیے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اسے موت دی اور قبر عطا فرمائی۔ پھر جب اسے چاہے گا زندہ کرے گا''

اللہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قبر ملتی ہے، چاہے اس کی لاش کو جلا کر خاک کردیا جائے، یا اس کی میت درندوں اور مچھلیوں کے پیٹ کی غذا بن جائے۔ یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں روح کو دوسرے (برزخی) جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائے گا، اور اسی پر راحت یا عذاب کا پورا دور گزرے گا۔ اور یہ معاملہ صرف مومنوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کافر، مشرک، منافق، فاسق و فاجر، ہر ایک کے ساتھ یہی ہوگا۔ قرآن و حدیث کا یہی فیصلہ ہے۔

فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے لیے محفوظ رکھنے کا اعلان کیا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ فرعون اور فرعونیوں کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جارہا ہے اور قیامت تک پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اب فرعون اور اس کے پیرووں کو شدید عذاب میں داخل کردو:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ○ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ (یونس: ۹۰ تا ۹۲)

''(فرعون اور اس کے لشکر نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا پیچھا کیا) یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) ڈوبنے لگا (اور غیب شہود بن گیا) تو پکار اٹھا کہ میں نے مان لیا کہ اس الٰہ کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں نے بھی اس کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔ (اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا) اب ایمان لا رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد پر جما رہا! اب تو ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تا کہ تو اپنے بعد کے آنے والے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غفلت برتتی ہے''

فرعون کی لاش عبرت کے لیے دنیا میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا سورۃ المومن میں ارشاد کہ آل فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے:

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ○ (المومن: ۴۵، ۴۶)

''آخرکار ان لوگوں نے جو بری سے بری چالیں اس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے ان سب سے اس کو بچا لیا، اور آل فرعون خود بدترین عذاب کے پھیر میں آ گئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح وشام وہ پیش کیے جاتے ہیں، اور جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کردو''

قرآن کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش اس دنیا میں عبرت کے لیے محفوظ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی اسی دنیا میں، لیکن ان کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جارہا ہے۔ ثابت ہوا کہ ان کو کوئی دوسرا قیامت تک باقی رہنے والا اور عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا ہے۔ جسد عنصری وہ بہر حال نہیں ہے۔

اسی طرح عمرو بن لحی الخزاعی کو نبی ﷺ نے جہنم کی آگ میں اپنی انتڑیوں کو (پیٹ کے پھٹنے کے بعد) کھینچتے ہوئے دیکھا۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم (عربوں میں) رائج کی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ یَعْقُوْبَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ الْكِرْمَانِیُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ

قَالَ حَدَّثَنا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَاَیْتُ جَهَنَّمَ یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَّرَأَیْتُ عَمْرًا یَّجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ سَیَّبَ السَّوَآئِبَ (بخاری: کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ المائدۃ، جلد۲، صفحہ ۶۶۵ مطبوعہ دہلی)

.... عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کا بعض حصہ بعض کو برباد کیے دے رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ عمرو (ابن لحی الخزاعی) اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا۔ وہ پہلا (عرب) شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ایجاد کی تھی۔

اسی طرح بخاری کی دوسری روایت میں راحت وعذاب دونوں کا ذکر برزخی جسموں کے ساتھ ثابت ہے:

حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْرَجَآءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنُ جُنْدُبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا صَلّٰی صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَّاٰی مِنْکُمُ اللَّیْلَةَ رُؤْیَا قَالَ فَاِنْ رَّاٰی اَحَدٌ قَصَّهَا فَیَقُوْلُ مَاشَآءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا یَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأٰی مِنْکُمْ اَحَدٌ رُؤْیَاقُلْنَا لَا قَالَ لٰکِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَابِیَدَیَّ فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ فَاِذَارَجُلٌ جَالِسٌ وَّ رَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِهٖ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُّوْسیٰ کَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُهُ فِیْ شِدْقِهٖ حَتّٰی یَّبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرَ مِثْلَ ذٰلِکَ وَیَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَافَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَهٗ فَقُلْتُ مَاهٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَاحَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاهِ وَ رَجُلٍ قَائِمٌ عَلٰی رَأْسِهٖ بِفِهْرٍاَوْصَخْرَةٍ فَیَشْدَخُ بِهَارَأْسَهٗ فَاِذَاضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُفَانْطَلَقَ اِلَیْهِ لِیَاْخُذَهٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی هٰذَا حَتّٰی یَلْتَئِمَ رَأْسُهٗ وَعَادَرَأْسُهٗ کَمَا هُوَ فَعَادَاِلَیْهِ فَضَرَبَهٗ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا اِلٰی نَقْبٍ مِّثْلَ التَّنُّوْرِاَعْلَاهُ ضَیِّقٌ وَّاَسْفَلَهٗ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارٌ فَاِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْاحَتّٰی کَادُوْایَخْرُجُوْنَ فَاِذَاخَمَدَتْ رَجَعُوْا فِیْهَا وَفِیْهَا رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَاهٰذَاقَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَاحَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَهْرٍمِّنْ دَمٍ فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَّعَلٰی وَسْطِ النَّهْرِقَالَ یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَوَهَبُ بْنُ جَرِیْرٍ عَنْ جَرِیْرِبْنُ حَازِمٍ وَّعَلٰی شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَیْنَ یَدَیْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّهْرِ فَاِذَااَرَادَاَنْ یَّخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجْرٍ فِیْ فِیْهِ فَرَدَّهٗ حَیْثُ کَانَ فَجَعَلَ کُلَّمَاجَآءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْهِ بِحَجْرٍ فَیَرْجِعُ کَمَا

كَانَ فَقُلْتُ مَاهٰذَا قَالَا اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَاحَتّٰى اَتَيْنَا اِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَآءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَّفِيْ اَصْلِهَاشَيْخٌ وَّ صِبْيَانٌ وَّاِذَارَجُلٌ قَرِيْبٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُّوْقِدُهَا فَصَعِدَابِيْ فِي الشَّجَرَةِ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا لَّمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ وَّنِسَاءٌ وَّصِبْيَانٌ ثُمَّ اَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ فِيْهَا شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَاَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ قَالَا نَعَمْ اَمَّا الَّذِي رَاَيْتَهٗ يُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ يُّحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهٗ يُشْدَخُ رَأْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهٗ فِي النَّقَبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهٗ فِي النَّهْرِ اٰكِلُوْا الرِّبٰوا وَالشَّيْخُ الَّذِيْ فِيْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرٰهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهٗ فَاَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِي يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاَوْلٰى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُعَآمَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ وَاَنَا جِبْرَئِيْلُ وَّ هٰذَا مِيْكَا ئِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذَالِكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِيْ أَدْخُلْ مَنْزِلِيْ قَالَا اِنَّهٗ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَّمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ (بخاری: کتاب الجنائز، جلد ا،صفحہ ۱۸۵)

............سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہا کہ نبی ﷺ جب نماز (صبح) پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف رخ کر کے پوچھتے تھے کہ تم میں سے کس نے رات خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا تھا اور آپ ﷺ جو اللہ چاہتا کہہ دیا کرتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے ہم سے سوال کیا کہ کیا کسی نے خواب دیکھا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ جی نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لیکن میں نے رات دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھے باہر نکال کر ایک ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (بخاری کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کی کہ) لوہے کا آنکڑا ہے اور وہ اس کو بیٹھے ہوئے شخص کے گال میں داخل کر کے گال کو گدی تک پھاڑ ڈالتا ہے پھر اس کے دوسرے گال کے ساتھ یہی عمل کرتا ہے۔ گال پھر جڑ جاتے ہیں اور پھر وہ (کھڑا ہوا) شخص اس (بیٹھے ہوئے) کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ پس ہم چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اس کے سر کے اوپر ایک دوسرا شخص پتھر لیے کھڑا تھا اور پتھر مار مار کر اس کے

سر کو پھاڑ رہا تھا۔ پتھر سر پر پڑنے کے بعد ایک طرف لڑھک جاتا تھا اور پتھر مارنے والا اس کو اٹھانے کے لیے جاتا اور اس درمیان کہ پتھر اٹھا کر وہ پھر واپس آئے، سر پھر جڑ جاتا اور ویسا ہی ہو جاتا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ اب پھر وہ پہلے کی طرح پتھر کو سر پر مارتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (یہ دیکھ کر) میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ ہم چلے اور تنور کی شکل کی نقب کے پاس آئے۔ اس نقب کے اوپر کا حصہ تنگ اور زیریں حصہ وسیع تھا اور اس کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ اس نقب کے اندر برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔ جب آگ تیز ہوتی تو وہ اوپر اٹھتے اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب دھیمی ہوتی تو پھر نیچے واپس چلے جاتے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ ہم چلے یہاں تک کہ ایک نہر پر آئے جو خون سے بھری ہوئی تھی اور اس میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا............اور نہر کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ جب نہر والا شخص آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو باہر والا اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو پھر اس کی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ اور ہر بار وہ نہر والے شخص کے ساتھ یہی معاملہ کرتا اور اس کو اس کی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یہ سب کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ ہم چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز وشاداب باغ میں پہنچے۔ اس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور اس درخت کی جڑ کے پاس ایک بزرگ اور بچے تھے اور درخت کے قریب ایک اور صاحب تھے جن کے سامنے آگ تھی اور وہ اسے بھڑکا رہے تھے۔ پھر وہ دونوں مجھے ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے اور جوان مرد اور خواتین اور بچے تھے۔ پھر وہ مجھے اس گھر سے نکال کر ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جو پہلے گھر سے زیادہ حسین وجمیل تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے۔ اب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا، بہتر: وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں، وہ کذاب تھا؛ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہو جاتا تھا، تو اس کے ساتھ جو آپ ﷺ نے ہوتے دیکھا ہے، وہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا، یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اس کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ اور جن کو آپ ﷺ نے نقب میں دیکھا تھا، وہ زنا کار تھے اور جس کو آپ ﷺ نے دریا میں دیکھا، وہ سود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو ان کے ارد گرد تھے، وہ انسانوں کی اولاد تھے۔ اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے، اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے، وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں۔ اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں؛ ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھایئے۔ میں نے (یعنی نبی ﷺ نے)

اپنا سر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا؛ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا گھر ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ و کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے، اگر آپ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔

اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دکھایا کہ وفات کے بعد نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ والی قبر میں نہیں، بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ بخاری کی اس حدیث سے بہت سی باتیں سامنے آ گئیں:

☆ روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے اور روح اور اس جسم کے مجموعہ پر راحت و عذاب کا دور گزرتا ہے؛

☆ اس مجموعہ کو قیامت تک باقی رکھا جائے گا اور اس پر سارے حالات قیامت تک گزریں گے؛

☆ یہ ایسا جسم ہے کہ اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ پھر بن جاتا ہے؛

☆ دنیا میں زنا کاروں کی قبریں مختلف ملکوں اور مختلف مقاموں پر ہوتی ہیں مگر برزخ میں ان کو ایک ہی تنور میں برہنہ حالت میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور قیامت تک دیا جاتا رہے گا؛

☆ نیکوکار مرنے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کو بھی جسم ملتا ہے؛

☆ شہداء کو بھی جسم دیا جاتا ہے؛

اور مسلم کی درج ذیل حدیث کے مطابق ان کے جسم سبز رنگ کے اور اڑنے والے ہوتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِىْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ وَّ عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَسْبَاطٌ وَ اَبُوْمُعَاوِيَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْنَا عَبْدَاللهِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّا قَدْسَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِىْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَّهَا قَنَادِيْلُ مُّعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَآءَ تْ ثُمَّ تَاْوِىْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا اَىَّ شَىْءٍ نَشْتَهِىْ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُّتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يُسْاَلُوْا قَالُوْا يَارَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِىْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِىْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرىٰ فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا

(مسلم: کتاب الامارۃ، باب فی بیان ان ارواح الشھدآء فی الجنۃ، صفحات ۱۳۵-۱۳۶)

......مسروق نے کہا: ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن کی اس آیت: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز اڑنے والے قالبوں میں ہیں اور ان کے لیے قندیلیں عرش الٰہی سے لٹکی ہوئی ہیں؛ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتے ہیں؛ ان کی طرف اُن کے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے؟ شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں، مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری بار تیری راہ میں شہید کیے جائیں۔ اب کے مالک نے دیکھ لیا کہ انہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر اُن سے پوچھنا چھوڑ دیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں:

☆ شہید کو نیا اُڑنے والا جسم ملتا ہے، جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت کے مزوں میں خوش وخرم رہتا ہے؛

☆ شہید کا مالک اپنے عرش کے اوپر سے اس پر التفاتِ خسروانہ فرمانے کے بعد گفتگو بھی کرتا ہے اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی۔ مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی روح کو اُس کے دنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تا کہ وہ ایک بار پھر اس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے، تو اس کا مالک اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اِس خواہش کو بھی پورا نہیں کرتا جس کے اظہار کا خود اُس نے اس سے بار بار تقاضا کیا تھا؛

☆ شہید جنت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی بات ثابت کرنے کے لیے کہ شہداء جنت الفردوس میں زندہ ہیں، حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ لائے ہیں:

بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا ...... حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعٰوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَساً يَّقُوْلُ اُصِيْبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَ هُوَ غُلَامٌ فَجَآءَتْ اُمُّهُ اِلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْعَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّیْ فَاِنْ يَّكُ فِی الْجَنَّةِ اَصْبِرُ وَ اَحْتَسِبُ وَاِنْ تَكُ

الْاُخْرٰی تَرٰی مَا اَصْنَعُ فَقَالَ وَیْحَکِ اَوْهُبِلْتِ اَوْجَنَّةٌ وَّاحِدَةٌ هِیَ اِنَّهَا جِنَانٌ کَثِیْرَةٌ وَّاِنَّهٗ فِیْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ (بخاری: کتاب المغازی، جلد۲، صفحہ۵۶۷)

باب غزوہ بدر کے شریک کی فضیلت:......حُمید کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حارثہ (ابن سراقہ) رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نوجوان ہی تھے۔ ان کی ماں نبی ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ حارثہ میرے لیے کیا تھا! اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی اور ثواب جان کر؛ اور اگر کسی دوسری جگہ ہے تو آپ ﷺ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں! نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ جنت ایک ہی ہے؟ جنتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہ رضی اللہ عنہ) تو جنت الفردوس میں ہے۔

اور بخاری کی دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ جنت الفردوس عرش الٰہی کے نیچے ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا۔ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

............وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَیْحٍ عَنْ اَبِیْهِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

(بخاری: کتاب الجہاد، جلد۱، صفحہ۳۹۱)

''اور محمد بن فلیح اپنے باپ فلیح سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس (جنت الفردوس) کے اوپر عرش الرحمٰن ہے''

نبی ﷺ وفات کے بعد مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر اور عرش الٰہی سے نیچے سب سے بلند و بالا مقام ہے۔ اور اسی بات کی مزید تاکید کے لیے کہ نبی ﷺ کو جنت میں زندہ ہونے کے بجائے جو لوگ مدینہ کی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، بخاری رحمہ اللہ ایک اور حدیث متعدد مقامات پر اپنی کتاب صحیح بخاری میں لائے ہیں:

بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ ﷺ اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنْ بْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ فِیْ رِجَالٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَآئِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ وَ هُوَ صَحِیْحٌ اِنَّهٗ لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یُرٰی مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ یُخَیَّرُ فَلَمَّا نُزِلَ بِهٖ وَرَاْسُهٗ عَلٰی فَخِذِیْ غُشِیَ عَلَیْهِ سَاعَةً ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهٗ اِلَی السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی قُلْتُ اِذًا لَّا یَخْتَارُنَا وَ عَلِمْتُ اَنَّهُ الْحَدِیْثُ الَّذِیْ کَانَ یُحَدِّثُنَا وَ هُوَ صَحِیْحٌ قَالَتْ فَکَانَتْ تِلْکَ اٰخِرُ کَلِمَةٍ تَکَلَّمَ بِهَا اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (بخاری: کتاب الدعوات، جلد۲، صفحہ۹۳۹)

باب نبی ﷺ کی دعا:......سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ اور عروۃ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا۔ مقام دکھا دیے جانے کے بعد اس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپ ﷺ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ ﷺ کا سر میرے زانو پر تھا، آپ ﷺ کو تھوڑی دیر کے لیے غش آ گیا۔ پھر آپ ﷺ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا: **اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی** (اے مالک! رفیق اعلیٰ) پس میں نے کہا، یہ کہنے کے بعد اب آپ ﷺ ہم دنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا کہ جو بات آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے اس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی بات نہ کی، یہی کلمہ **اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی** تھا۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی ﷺ کو اپنی مدینہ والی قبر میں زندہ مانتے ہیں، وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کے بجائے دنیا والوں کی رفاقت کو ترجیح دی تاکہ دنیا والوں کا قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام سنیں اور اس کا جواب دیں! یہ عقیدہ صرف یہی نہیں کہ باطل ہے بلکہ ان لوگوں نے اپنی غلط بات ثابت کرنے کے لیے نبی ﷺ کو زندہ درگور تک کر دکھایا ہے۔

اب ان دلائل کے بعد کہ نبی ﷺ اور شہداء اپنی دنیاوی قبر میں زندہ نہیں بلکہ عرش الٰہی کے نیچے اپنے بہترین گھروں میں زندہ ہیں، یہ کہا جانے لگتا ہے کہ نبی ﷺ اور شہداء کی بات ہی اور ہے، کسی اور کی زندگی کو جنت میں ثابت کیا جائے؟ اس بات کے ثبوت میں بخاری رحمۃ اللہ علیہ نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لائے ہیں:

حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ عَدِیِّ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّہٗ سَمِعَ الْبَرَآءَ بْنُ عَازِبٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاھِیْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ

(بخاری: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۸۴)

.... براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث سے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا جنت میں موجود ہونا، اور ایسے جسم کے ساتھ جو چھاتی سے دودھ کھینچ سکے، اسی طرح ثابت ہوا جیسے گزری ہوئی بخاری کی حدیث سے یہ ثابت ہوا تھا کہ

عمرو بن الخزاعی جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا، یہ نہیں کہ دنیاوی قبر کے اندر دودھ پلانے والی مہیا کردی گئی ہے۔

اب کوئی بتائے کہ نبی وشہداء اور سارے انسان اگر روح کے واپس آکر مردہ جسم عنصری سے مل جانے کے بعد اپنی دنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنت اور جہنم میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ کیا دو روحیں ہر انسان کے ہوتی ہیں کہ ایک جنت یا جہنم میں اور دوسری قبر دنیا میں مرے ہوئے جسم کے ساتھ وابستہ رہے؟ یا تھوڑی روح برزخ کے جسم سے وابستہ رہے اور باقی دنیا والی قبر میں آکر مردہ جسم سے مل جائے اور دونوں جگہ زندگی پیدا کردے؟

ان ساری صحیح حدیثوں نے بتلا دیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب وثواب کے سارے حالات گزرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے ۔قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دوسرے ''حضرات'' اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں، ہر مرنے والے کی روح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کردے تو دونوں کانوں کے درمیان گُرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب وراحت کا دور کس پر اور کس طرح گزرے گا؟

تو اللہ کی قدرت اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ کا سہارا لیا جاتا ہے! سبحان اللہ اللہ کی قدرت سے کس کو انکار ہے، لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت بھی تو ہے، اس کو نظر انداز کر دینا بھی تو ٹھیک نہیں۔

قرآن اور بخاری ومسلم کی احادیث نبوی کے فیصلہ کے برخلاف اب جو یہ کہا جانے لگا ہے کہ روح نکلنے کے بعد اسی دنیاوی قبر کے مردے میں واپس لوٹا دی جاتی ہے اور یہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے، دیکھنے اور سننے لگتا ہے، اور اسی قبر میں اس زندہ ہو جانے والے مردے پر عذاب اور راحت کا پورا دور قیامت تک گزرے گا...... تو یہ سب کچھ قرآن کی آیات اور صحیح احادیث نبوی کی ایسی تفسیر اور تشریح کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس سے نصوص قرآنی کا انکار اور احادیث نبوی کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پھر اپنی ان تاویلات کی حمایت میں منکر روایتوں کا پورا زور لاڈالا جاتا ہے۔

انصاف کا تقاضہ ہے کہ ان ''حضرات'' کی ایک ایک بات کا جواب دے کر حق کو واضح

کر دیا جائے تا کہ جس کو زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر زندہ رہے اور جسے مرنا ہے وہ حق بات سے بے خبر رہ کر نہ مرے۔ سب سے پہلے اپنی اس بات کے ثبوت میں کہ یہی دنیاوی قبر کا مردہ زندہ ہوجاتا ہے، بخاری کی صحیح حدیث کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھو یہ دفن کیا جانے والا مردہ اپنے دفنا کر جانے والے لوگوں کی چاپ سنتا ہے، اس کو اٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے اور سوال و جواب شروع ہو جاتا ہے۔ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی روح صرف قیامت کے دن ہی اس کے دنیاوی جسم (''عَجْبُ الذَّنَبِ'' پر بنا کراس) میں لوٹائی جائے گی اور چند استثنائی جسموں کے علاوہ، چاہے وہ فرعون جیسے ظالموں کے ہی کیوں نہ ہوں، مٹی سب کو کھا لیتی ہے۔ اب جس کافر کو جلا کر راکھ کر دیا جائے یا صرف اس کے جسم کے بعض ٹکڑوں ہی کو دفن کیا گیا ہو، اس کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا؟ وہ کیسے چاپ سنے گا اور کیسے اس کے کانوں کے درمیان گرز کی چوٹ لگائی جائے گی؟ اور کیا ایک کافر جس کو جلا دیا گیا ہے، قیامت تک اس عذاب سے بچا رہے گا؟ تو جواب نہیں ملتا لیکن بخاری کی حدیث کے غلط معنوں پر اصرار ختم نہیں ہوتا۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝ (المومنون : ۱۵،۱۶)

''پھر اس زندگی کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے''

اس آیت سے تو معلوم ہوا کہ ہر مانے والے کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ پھر قیامت سے پہلے مرنے والا اس قبر کے اندر کیسے زندہ ہو جاتا ہے؟ اور اس طرح قبر میں زندہ ہو جانے کے بعد آخر اسے پھر موت کب آتی ہے؟ اور ان تین زندگیوں کے ثبوت میں آخر دلیل کیا ہے؟ تو خاموشی چھا جاتی ہے۔ قرآن کی طرح بخاری کی حدیث بھی یہی بیان کرتی ہے کہ دنیاوی جسم کو مٹی کھا لیتی ہے اور صرف قیامت کے دن عجب الذنب پر یہ جسم عنصری پھر بنے گا اور میدان محشر میں فیصلہ کے لیے حاضر کیا جائے گا:

بَابُ قَوْلِهِ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا زُمَرًا حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَابَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُوْنَ قَالَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ قَالَ ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلٰى إِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (صحیح بخاری: کتاب التفسیر، جلد۲، صفحہ ۷۳۵)

باب: (اللہ کا فرمان کہ) ''جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تم لوگ فوج در فوج آؤ گے'':

............ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صور کی دو پھونکوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ چالیس دن کا وقفہ؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا چالیس مہینوں کا وقفہ؟ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے پھر کہا کہ کیا چالیس سال کا وقفہ؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا لیکن اس بات کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اس طرح اگ پڑیں گے جیسے سبزہ اگتا ہے انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو برباد نہ ہو جائے سوائے ایک ہڈی ''عجب الذنب'' کے اور اسی سے جسم انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔

آخر جب قیامت سے پہلے روح واپس ہی نہیں لوٹتی اور مٹی جسم کو برباد کر دیتی ہے، تو اس دنیاوی قبر کے مردہ سے سوال جواب کیسا؟ اور بغیر روح کے مردہ کا احساس راحت والم اور اس کی چیخ و پکار کیا معنی؟

مناسب ہوگا کہ بخاری کی جس صحیح حدیث سے یہ معنی نکالے جاتے ہیں اس پر پوری طرح غور کر لیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس کی کیا کیا شرحیں کی گئی ہیں۔ پہلی شرح یہ ہے:

(۱) دفن کیے جانے والے مردہ کا حساب وکتاب اتنی جلدی شروع ہو جاتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو دفنا کر جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سن سکتا تھا یعنی وہ ابھی پلٹ کر اتنی دور بھی نہیں گئے ہوتے ہیں کہ برزخ میں اس کا حساب وکتاب شروع ہو جاتا ہے۔

یہ تشریح اس بنیاد پر ہے کہ مردہ بہرحال مردہ ہے، سننا سنانا اس کے بس کی بات نہیں؛ اسے تو کوئی کچھ بھی نہیں سنا سکتا، جوتیوں کی آواز ہو یا کوئی اور بات، چاہے وہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (النمل:۸۰)

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے''

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ (فاطر:۲۲)

''اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے مگر (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مُردوں کو نہ سنا سکنے کی مجبوری کی تہمت سے اپنی ذات کو پاک کیا ہے؛ دوسرے ضرور مجبور ہیں، وہ قبر کے مُردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے۔ اس سے یہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ ہر مردہ کو دفنا کر جانے والے لوگوں کی جوتیوں کی چاپ سنا دیتا ہے، بڑی زیادتی ہے۔ حدیث بخاری کی اوپر والی تشریح کہ یہ ادبی زبان اور کنایہ ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(تقریر جنجوہی علی مسلم، کوکب الدری: جلد ۱، صفحہ ۲۱۹)

(۲) دوسری شرح جو بخاری کے شارح اَلزَّیْنُ بْنُ الْمُنَیِّر کی شرح ہے اور جس کو ابن حجر عسقلانی اپنی شرحِ بخاری ''فتح الباری'' میں اس حدیث کی تشریح میں سب سے پہلے لائے ہیں، یہ ہے کہ حدیث میں

اَلْعَبْدُاِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَ تُوُلّٰی وَ ذَھَبَ اَصْحَابُہٗ حَتّٰی اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ

(بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کا معاملہ پورا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے ان کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اس کے پاس آ جاتے ہیں)

سے ان دو فرشتوں کی چاپ سننا مراد ہے جو (برزخ میں) اس کے پاس سوال و جواب کے لیے آتے ہیں۔ الزین بن المنیّر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ فرشتے تو دو ہوتے ہیں اور ضمیر جمع ھم ''**نعالھم**'' استعمال ہوئی ہے، اسے ''**نعالھما**'' ہونا چاہیے۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں؛ تثنیہ (دو) کے لیے جمع کا استعمال عام ہے جیسے قرآن کی آیت ہے:

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ (الشعراء: ۱۵)

''فرمایا ہرگز نہیں! تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے''

اسی طرح بخاری کی حدیثِ خضر علیہ السلام میں یہ الفاظ ہیں:

فَمَرَّتْ بِھِمَا سَفِیْنَۃٌ فَکَلَّمُوْھُمْ اَنْ یَّحْمِلُوْھُمَا

(بخاری: کتاب العلم، جلد ۱، صفحہ ۲۳، سطر ۱۵-۱۶)

''پس گزری ان دونوں (موسیٰ و خضر علیہما السلام) کے پاس سے ایک کشتی پس انہوں (جمع کا صیغہ) نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان دونوں کو کشتی پر سوار کر لیں۔

فکلموھم کے ساتھ ساتھ **فکلماھم** بھی بخاری کی روایت میں ہے۔ مگر حاشیہ پر اور نسخہ کے طور پر متن میں **فکلموھم** کو ہی ترجیح دی گئی ہے جو تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر حَتّٰی اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ میں ''**نعالھم**'' اگر ملکان سے متعلق آیا ہے تو اس ملکان سے پہلے اس کی ضمیر ''ھم'' کیسے آ گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر بات بالکل صاف ہوتی ہے اور سننے والے کے غلطی کرنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تو پہلے اسم کا ذکر نہیں کیا جاتا اور صرف اس کی ضمیر لے آئی جاتی ہے جیسے قرآن میں ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْكَارًا ○ (الواقعۃ: ۳۵،۳۶)

''ہم نے ان (کی بیویوں) کو ایک خاص اٹھان سے اٹھایا ہے اور ہم ان کو رکھیں گے کنواریاں''

اب آخر میں ''فن دینداری'' کے حربے استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ کیا فرشتے جوتیاں پہنتے ہیں؟ زبان وادب میں حقیقت و مجاز کے باب کی وسعت کسے معلوم نہیں۔ اسد اللہ (اللہ کا شیر) کسی مومن کی بہادری اور جرأت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے؛ اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ شیر کے تو دم ہوتی ہے اس کی دم کدھر ہے، یا کوئی سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے معنی اصلی تلوار لے لے تو بہر حال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نہ تو فولاد کے بنے ہوئے تھے اور نہ ان کے دستہ تھا، نہ دھار تھی...... اور فرشتے اگر جوتے بھی پہن لیں تو کیا قیامت آ جائے گی؟ جب بخاری اور مسلم کی احادیث میں آ گیا کہ فرشتے لباس بھی پہنتے ہیں اور ہتھیار بھی لگاتے ہیں تو آخر جوتیاں پہننے میں کیا بات ایسی ہے کہ اس کی ہنسی اڑائی جائے؟

فرشتوں کا آلات جنگ پہننا:

حَدَّثَنِیْ اِبْرٰهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِیْلُ اٰخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ (بخاری: کتاب المغازی، جلد۲، صفحہ۵۷۰)

.... ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن ارشاد فرمایا کہ یہ ہیں جبرئیل علیہ السلام اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے اور ان کے اوپر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

بَابُ مَرْجِعِ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ الْاَحْزَابِ وَمَخْرَجِهٖ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهٖ اِیَّاهُمْ

حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِیُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السَّلَاحَ وَ اغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السَّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَاهُ اُخْرُجْ اِلَیْهِمْ قَالَ فَاِلٰی اَیْنَ قَالَ هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَیْهِمْ (بخاری: کتاب المغازی، جلد۲، صفحہ۵۹۰)

...... عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ خندق کے محاذ جنگ سے واپس آئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرما لیا تو جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیے لیکن اللہ کی قسم! ہم (فرشتوں) نے ابھی تک نہیں اُتارے۔ اُن کی طرف (جنگ کے لیے) نکلیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کس طرف؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس طرف اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس نبی ﷺ اُس طرف جنگ کے لیے چلے گئے۔

فرشتے جب نبی ﷺ کے علاوہ کسی کو نظر نہ آئے تب ہتھیاروں سے مسلح تھے اور جب جنگ اُحد میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دیکھے تو ان کے بدن پر سفید کپڑے تھے؛ بخاری کی حدیث ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سَعْدِبْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ اُحُدٍ وَّ مَعَهٗ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ كَاَشَدِّالْقِتَالِ مَارَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَابَعْدُ

(بخاری: کتاب المغازی، جلد۲، صفحہ ۵۸۰)

......سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو شخصوں کو دیکھا جو آپ ﷺ کے دفاع میں جنگ کررہے تھے ان دونوں کے اوپر سفید کپڑے تھے اور وہ شدید جنگ کررہے تھے؛ میں نے ان کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا۔

مسلم کی حدیث میں اس بیان کے بعد ان کے نام جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام بھی آئے ہیں۔ (مسلم: کتاب الفضائل، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲) بخاری و مسلم کے علاوہ دُوسری روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ بدر و حُنین میں ان کے سروں پر رنگین عمامے تھے۔ کپڑے، ہتھیار، عمامے تو فرشتے پہن سکتے ہیں مگر جوتے نہیں پہن سکتے! برزخ میں انسانوں کے پاس آئیں تو لازم ہے کہ ننگے بدن، ننگے سر اور ننگے پیر آئیں ورنہ اپنے استدلال کے پائے چوبیں کی سخت بے تمکینی کا مداوا مشکل ہو جائے گا!

ان سارے دلائل کے بعد بھی صبر نہیں ہو پاتا اور کہا جانے لگتا ہے کہ فرشتوں کی جوتیوں کی آواز کے کیا معنی؟ وہ اڑ کر آتے ہیں چل کر تو نہیں ......اب اگر بخاری کی حدیث جبرئیل علیہ السلام کے یہ الفاظ سامنے رکھ دیے جائیں کہ

...... اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَوْمًابَارِزًا لِلنَّاسِ اِذَا اَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِىْ......

(بخاری: کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ لقمان، جلد۲، صفحہ ۷۰۴)

”رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے ساتھ کھلے بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک صاحب (جبرئیل علیہ السلام) چلتے ہوئے آئے“

تو کیا کریں گے؟

بخاری کی اس زیرِ نظر حدیث کی تیسری شرح ان لوگوں سے منقول ہے جو قرآن اور حدیث کے فیصلہ کے بعد بھی اس بات پر مصر ہیں کہ دنیاوی قبر کا مردہ روح کی واپسی کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے اور اسی مردہ سے سوال و جواب ہوتا ہے اور اس کے بعد اسی پر عذاب و راحت کا قیامت تک کا دور گزرتا ہے۔ اور اس بات کے ثبوت میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے

منسوب زاذان کی اس روایت کو دلیل بناتے ہیں جس کو اہل علم نے مُنکر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کے اصل راوی زاذان میں شیعیت ہے اور وہ اپنے مخصوص عقیدہ کو روایت کی شکل میں لے آیا ہے (اس روایت پر تفصیلی بحث ہماری کتاب ''یہ مزار یہ میلے'' اور ''ایمانِ خالص قسط دوم'' میں موجود ہے) حالانکہ بخاری کی اس صحیح حدیث کی دو اور شرحیں بھی ہیں جو نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ سے نہیں ٹکراتیں لیکن کیا کیا جائے پسند بہرحال اپنی پسند ہوا کرتی ہے۔ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد صرف قیامت کے دن انسان زندہ ہوگا:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ (المؤمنون:۱۵،۱۶)

''پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے''

تو پھر آخر قبر کا مردہ قیامت سے پہلے قبر میں کیسے زندہ ہو جاتا ہے؟ تو جواب نہیں ملتا۔ پوچھا جائے کہ

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (البقرۃ: ۲۸)

''تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا فرمائی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمھیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے''

سورۃ البقرۃ کی اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ زندگیاں تو صرف دو ہیں؛ آخر قبر دنیا کی یہ تیسری زندگی آپ کہاں سے لے آئے؟ تو چپ ہو جاتے ہیں اور بس۔ عرض کیا جائے کہ سورۃ المومن میں ہے کہ قیامت کے فیصلہ کے وقت:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (المومن:۱۱)

''کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے واقعی ہمیں دو مرتبہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی۔ اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے''

تو بتایئے کہ دو زندگیوں اور دو موتوں کے بعد یہ تیسری زندگی اور تیسری موت کیسی؟ اس پر سنبھل کر ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو کیا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مردہ کو گائے کے ٹکڑے سے مار کر زندہ نہیں کیا گیا؟ کیا عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ نہیں کر دیا کرتے تھے؟ اُس شخص کی لاش کو جلا کر راکھ کو کیا اللہ تعالیٰ نے جمع کر کے زندہ نہیں کیا جس نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ اس کی لاش کو جلا کر راکھ سمندر میں بہا دیں؟ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ تین زندگیاں اور تین موتیں ہوتی ہیں؟ .... کہا جائے کہ یہ تو انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اللہ کی کرشمہ کاری کی نشانیاں ہیں، تو سر ہلنے لگتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ روح کا تھوڑا سا

تعلق اس قبر والے مردہ جسم سے بہرحال باقی رہتا ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر قرآن کے اس فرمان کا کیا ہوگا کہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں، ان میں جان کی رمق تک نہیں ہے:

اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ (النحل: ۲۱)

''مردے ہیں جان کی رمق تک نہیں ہے''

اور

وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ (المؤمنون: ۱۰۰)

''اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک''

قرآن کی اِن آیتوں کی وضاحت کے بعد مردہ بدن سے جان کا تھوڑا سا تعلق بھی کیا معنی؟ تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ یاد دلایا جائے کہ قرآن تو کہتا ہے کہ کفار کے یہ کہنے کہ جب ہم مر کر مٹی بن جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو پھر ہمیں کون بنا کر زندہ کرے گا؟ (بنی اسرائیل: ۴۹، ۹۸) کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہی جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا اور یہ بھی کہ مٹی انسان کے جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے (ق: ۴)۔ مزید برآں بخاری اور مسلم کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے، بیان کرتی ہے کہ ''عجب الذنب'' کے علاوہ مٹی جسم انسانی کی ہر چیز کو برباد کر دیتی ہے۔ اب بتایا جائے کہ قرآن و حدیث کی اس کھلی شہادت کے بعد قیامت تک اس قبرِ دنیا کے مردہ پر عذاب و راحت کا دور کیسے گزرے گا؟ کافر گُرز کی مار کے بعد کیسے چیختا رہے گا؟ کان کہاں ہوں گے جو زیارت کرنے والے کا سلام سنیں؟ اور زبان کہاں ہوگی کہ جواب دے؟ آنکھیں کس طرح دیکھیں گی؟ اور گھر والوں کے اعمال کس کے اوپر پیش کیے جائیں گے؟ اور یہ جو بڑے بڑے مشہور ''حضرات'' اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے مثلاً امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ وابن قیم وغیرہ؛ (ہماری کتاب کے آخر میں فتاویٰ ملاحظہ فرمایے)، ان کی حمایت میں آپ کے پاس دلیل کیا ہے؟ تو دلیل سامنے نہیں آتی اور قلیب بدر کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے!

قلیب بدر

قلیب بدر کے واقعہ کی پوری تفصیل ہماری کتاب ''یہ مزار یہ میلے'' میں موجود ہے جہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور اس واقعہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صرف دو رائیں ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا سننے سے علم مراد لیتی ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ ہر مردہ کو زندہ کر کے سننے والا بنا دیا جاتا ہے، یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نہیں تھا۔

مگر لوگوں نے کس ''خوبصورتی'' کے ساتھ خاص کو عام بنا کر اپنی من مانی بات ثابت کرنے کی راہ نکال لی! اگر قلیب بدر کے کفار زندہ ہو گئے، سُننے لگے، تو پھر ان کو موت کب آئے گی؟ اور کیا ان کو تین زندگیوں اور تین موتوں سے سابقہ پیش آئے گا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ بخاری کی درج ذیل حدیث کا کیا جواب ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے:

عَنْ عُمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ اَنَّمَا مَرَّرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا (بخاری: کتاب الجنائز، جلد ا، صفحہ ۱۷۲)

.... عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ ایک یہودیہ (عورت) پر گزرے (قبر پر نہیں)۔ اس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس (یہودیہ) پر رو رہے اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

اور مسلم میں یہ واقعہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور لوگ اس یہودی کے اوپر رو رہے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں اور اُسے عذاب ہو رہا ہے۔

(مسلم: کتاب الجنائز، جلد ا، صفحہ ۳۰۳)

بخاری کی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہودی عورت ابھی زمین کی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی، زمین کے اوپر تھی اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس یہودی عورت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے دنیاوی نہیں۔ اور یہی بات مسلم کی مذکورہ حدیث بھی ثابت کرتی ہے۔

كَلَامُ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ (مُردہ کا کلام جنازہ پر):

بخاری کی اس زیر بحث حدیث کے بعد انہی کی دوسری حدیث کو لا کر کہا جاتا ہے کہ دیکھو مردہ جب کاندھے پر اٹھایا جاتا ہے تو بولنے لگتا ہے: نیک ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو؛ اور برا ہے تو چیختا ہے کہ ہائے ہائے کہاں لیے جا رہے ہو...... ارے بھائی اس حدیث میں تو صاف آ گیا کہ یہ مردہ ہے، زندہ نہیں، تو پھر اس سے زندگی کا اثبات کیسا؟ رہا اس کا بولنا، تو قرآن کے متشابہات کی طرح اس حدیث کی بھی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں ہے: کوئی کہتا ہے کہ روح بولتی ہے؛ کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبان حال کا قول ہے...... بہرحال یہ مردہ، مردہ ہی ہے، زندہ نہیں۔ بخاری نے بھی مذکورہ باب باندھ کر بتلا دیا کہ وہ اس کو مردہ ہی مانتے ہیں، بولنے والا زندہ نہیں۔

مزید گزارش کی جائے کہ دنیاوی زندگی کی ایسی دلیل سے فائدہ؟ جب آپ کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ دفن کیے جانے کے بعد ہی مردہ میں جان ڈالی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو کر دفنا کر جانے والوں کے قدموں کی چاپ سننے لگتا ہے...... تو پھر دفنانے سے پہلے ہی زندہ ہو جانے کو دلیل بنانا آپ کے لیے تو مناسب نہیں ہے؟ تو سنی ان سنی کر دی جاتی ہے اور

دو قبروں پر ٹہنیوں کا لگایا جانا:

ترکش کا ایک اور تیر چلتا ہے کہ بخاری کی یہ بھی تو حدیث ہے کہ نبی ﷺ دو مومنوں کی قبروں کے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور بڑی باتوں پر نہیں (بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں): ایک پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا اِدھر کی سنی اُدھر کہتا پھرتا تھا؛ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک ہری شاخ منگوائی اور دو حصے کر کے ایک ایک حصہ قبروں پر لگا دیا اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب میں کمی رکھے گا۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ جن قبروں پر ٹہنیاں لگائی گئیں تھیں، انہیں قبروں کے اندر ان دونوں مردوں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔

اللہ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح واپس نہیں آسکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح کے عذاب و راحت بے معنی ہیں۔ اس طرح صحیح حدیث کے غلط معنی لے کر قرآن و حدیث کو جھٹلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے اس عمل سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں اسی بات کو راسخ کرنا چاہتے تھے جس کو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کر کے یوں ارشاد فرمایا تھا:

يَا عَائِشَةَ اِيَّاکِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَاِنَّ لَهَامِنَ ا للّٰهِ طَالِبًا

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الذنوب)

''اے عائشہ! حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ کی طرف سے فرشتے ان کو بھی لکھتے رہتے ہیں''

آپ ﷺ اپنے اس عمل سے اسی بات کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں پوری طرح محفوظ کر دینا چاہتے تھے جیسے ایک لکچر دینے والا اپنی زبان سے ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تختہ سیاہ پر بھی اسی کو لکھتا جاتا ہے تاکہ کان کا سنا اور آنکھ کا دیکھا دونوں یاد رہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دو شاخیں لگا کر جو یہ کہا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی ان

پر عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی، تو آپ ﷺ کی یہ سنت تھی کہ اگر تعلیم و تربیت کے پیش نظر کسی مومن کے خلاف آپ ﷺ کوئی بات کرتے تو کسی نہ کسی طرح اسے نفع پہنچا کر اس کی تلافی بھی کر دیتے۔ یہ دعا بھی اسی طرح کی ہے۔

رہا یہ سوال کہ شاخیں دنیاوی قبروں پر کیوں لگائیں؟ تو ان دنیاوی قبروں پر اس لیے لگائیں کہ برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لیجا کر ان کی اصلی قبروں پر لگانا ممکن نہ تھا؛ صرف یہ بتانا تھا کہ ان قبروں میں جو مردے دفن کیے گئے تھے، ان پر برزخ میں یہ حالات گزر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطلاعِ غیب اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اب اس حدیث کی من مانی تشریح کر کے اس سے یہ نکالنا کہ انہی دنیاوی قبروں میں دنیاوی جسموں پر عذاب ہو رہا تھا، بڑی جسارت ہے اور نبی ﷺ پر کتاب اللہ کے جھٹلانے کا غلط الزام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد ﷺ کتاب اللہ کی تبیین، تشریح اور تائید کے لیے بھیجے گئے تھے، اس کو جھٹلانے کے لیے تو نہیں:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (النحل: ۴۴)

''اور ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ پر نازل کیا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اُس کی تشریح اور توضیح کرتے جائیں جو ان کے لیے اتارا گیا ہے اور لوگ غور و فکر کریں''

اسی طرح بعض انتہائی ہوشیار لوگ بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ کی وصیت پیش کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قبر میں کھجور کی دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی تھی۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب ''**اَلْجَرِيْدُ عَلَى الْقَبْرِ**'' لا کر بتلاتے ہیں کہ ان کی یہ بات وصیت کے وقت کی ہے ورنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ دیکھا تو حکم دیا:

يَاغُلَامُ اِنزِعْهُ فَاِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ (بخاری: کتاب الجنائز، جلد ا، صفحہ ۱۸۱)

''اے لڑکے! خیمہ ہٹا دے، ان کے اوپر تو صرف ان کا عمل سایہ کرے گا (خیمہ یا شاخ نہیں)''

قبر کی وسعت و تنگی:

اسی طرح قرعِ نعال کی بخاری کی حدیث میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اضافہ کہ

وَذُكِرَ لَنَا اَنَّهُ يُفَسَّحُ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ

''ہم سے ذکر کیا گیا کہ اس کی (مومن کی) قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے''

سے یہی دنیاوی قبر مراد لینا صحیح نہیں ہے؛ اس زمین کے حدودِ اربعہ میں اس تغیر کی گنجائش کہاں! اس مسئلہ کی مزید تفصیل ترمذی کی روایت کے سلسلے میں آگے آئیگی۔

بخاری کی حدیثوں کے بعد مسلم کی حدیثوں کو بھی اپنے غلط عقیدے کے ثبوت میں استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ چند مشرکوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ کا خچر بدکا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ قبریں کن لوگوں کی ہیں؟ بتایا گیا کہ مشرکوں کی .... اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ ان مشرکوں پر ان کی انہی دنیاوی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اور وہ چیخ و پکار کر رہے تھے، اسی شور کی وجہ سے خچر بدکا تھا۔ کتنے خچر، گھوڑے اور گدھے آج بھی قبرستانوں میں چرتے رہتے ہیں، ایک نہیں بدکتا۔ دراصل یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا کیونکہ اللہ غیب کی باتوں کا اظہار اور اس کی اطلاع صرف اپنے رسولوں کو دیتا کسی اور کو نہیں:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ۱۷۹)

''اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے، (غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو) اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے''

اور

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:۲۶)

''اللہ عالم الغیب ہے، وہ اپنے غیب کا کسی پر بھی اظہار نہیں کرتا سوائے اپنے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے''

نبی ﷺ کے معجزہ کو ایک معمول بنا کر اپنے عقیدے کے ثبوت میں پیش کرنا بلا کی چابکدستی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاص واقعہ کے ظہور کے ذریعہ، نبی ﷺ کی زبان سے، اُسی طرح کفار پر برزخی عذاب کی حقانیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں محفوظ فرما دیا جیسے دو مومنوں کی قبروں پر شاخیں لگا کر محفوظ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے اور مواقع بھی بہم پہنچائے ہیں تا کہ نبی ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم کی توجہ اس کی طرف مبذول کرا کے غیب کی حقیقتوں کو ان پر واضح فرما دیں۔ جیسے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک زور کے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ یہ آواز کس چیز کی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو خبر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور وہ اب اس کی تہہ میں پہنچ کر ٹکرایا ہے اور تم لوگوں نے اس کی آواز سنی ہے۔ (مسلم: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، جلد۲، صفحہ ۳۸۱)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے معجزہ کے طور پر آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی جہنم کے قعر میں پتھر کے گرنے کی آواز سنوادی۔ لیکن معجزہ بہر حال معجزہ ہوتا ہے، معمول نہیں۔ جس طرح اس واقعہ سے یہ نکالنا کہ جہنم کی آواز بغیر معجزہ کے بھی سنی جاسکتی ہے اور جہنم کہیں قریب ہی ہے، صحیح نہیں ؛ اسی طرح خچر کے بدکنے سے یہ نکالنا بھی صحیح نہیں کہ انہی دنیاوی قبروں کے عذاب اور عذاب والوں کی چیخ و پکار سے وہ بدکا تھا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

مسلم کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس میں یہ ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر جب سکرات موت کا عالم طاری تھا **(وَ هُوَ فِیْ سِیَاقِ الْمَوْتِ)** تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی ڈالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتوں) کو کیا جواب دوں۔ الفاظ یہ ہیں:

ثُمَّ اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا یُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَّ یُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ (مسلم: کتاب الایمان، جلد ا)

یہ سکرات الموت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اسی حدیث کے الفاظ ہیں۔ ایسے وقت کی بات، جب آدمی اپنے آپے میں نہ ہو، قرآن اور حدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلاسکتی ہے؟ خود نبی ﷺ کے واقعہ قرطاس کو نگاہ میں رکھنا مناسب ہے: بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن جب آپ ﷺ پر بیماری کی شدت تھی، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب لاؤ میں تمہارے لیے وہ لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو؛ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، نے کہا کہ آپ ﷺ پر مرض کی شدت کی وجہ سے الجھن اور پریشانی کی کیفیت طاری ہے؛ اسی کے زیر اثر آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں، اس لیے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ الفاظ یہ ہیں: **اَهُجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ**

(نسخۃ البخاری: جلد ۲ صفحہ ۶۳۸، حاشیۃ ۴ و فی بعضہا اہجر من باب الافعال یعنی **اِهْجَرَ**)[1]

---

[1] اللہ کا شکر ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات لا کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن ان سارے لوگوں کا منہ بند کر دیا جو کہتے کہ عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے منکر حدیث ہیں اور نبی ﷺ کی زندگی میں ہی ان کی بات ماننے کے بجائے اپنی چلاتے تھے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دکھا دیا کہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ایک علت کی وجہ سے تھا جیسے نبی ﷺ کے اس حکم پر کہ مشرکوں کا اصرار ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے اور حدیبیہ کے اس صلح نامہ میں محمد رسول اللہ ﷺ نہ لکھا جائے، علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ میں لکھے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ان کے اور بہت سے موافقات میں سے ایک موافقہ شمار کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء کا فیصلہ ہے کہ جس معاملہ میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اس میں ایسی بات ہو سکتی ہے

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نہیں لکھوا لینا چاہیے۔ اس طرح آوازیں بلند ہوئیں اور نبی ﷺ نے اپنے پاس سے اٹھ جانے کا حکم دیا۔اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ چار دن اور حیات رہے لیکن پھر آپ ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔اس طرح عمر رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح ثابت ہوا۔

وفات سے چار دن پہلے جب نبی ﷺ پر بیماری کی وجہ سے بُحرانی کیفیت طاری ہوسکتی ہے تو کیا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر اُس وقت جب کہ وہ عین سکرات کی حالت میں ہوں، طاری نہیں ہوسکتی اور وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے کہ اگر پورے ہوش وحواس میں ہوتے تو کبھی نہ کہتے؟ ہاں اگر کوئی یہ ثابت کردے کہ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور دوسروں نے ان کی وصیت پر عمل بھی کیا،تب تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اور دوسرے لوگوں کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ قبر میں دفن ہونے کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پھر زندہ ہوجائیں گے۔لیکن ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

مزید برآں مسلم کی اس روایت کے متن اور سند دونوں پر کلام ہے: متن میں ہے کہ دفن کرنے کے بعد تم میری قبر پر مٹی ڈالو اور اتنی دیر کھڑے رہو جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کرکے اللہ کی طرف سے آنے والے فرشتوں کو صحیح جواب دے سکوں۔ اس بات میں پورے قرآن کی نفی ہے۔ قرآن کے لحاظ سے دفن کیے جانے والے مردے میں نہ تو زندگی ہوتی ہے اور نہ احساس۔ سند کے لحاظ سے اس روایت میں ابو عاصم (النبیل) ضحاک بن مخلد ہے جس کو عقیلی اپنی کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ابو العباس نباتی نے یحیٰی بن سعید القطان کا قول پیش کرکے یہی دعویٰ کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔(الضعفاء للعقیلی: ورق ۱۷۱/ میزان الاعتدال: الجزء الثانی،صفحہ ۲۲۵)

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں صلوٰۃ ادا کرنا:

مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے دیکھا:

مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرٰی بِیَ عِنْدَالْکَثِیْبِ الْاَحْمَرَ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ

(مسلم: کتاب الفضائل،جلد۲،صفحہ ۲۶۸)

”نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کی اس قبر پر سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے صلوٰۃ ادا کررہے تھے“

اس حدیث سے قبر کے شیدائیوں نے ''قبر میں زندگی'' کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے دیکھا اور بعد میں ان کی امامت کر کے صلوٰۃ پڑھائی۔ قبر کے ان پروانوں کی ہر ادا نرالی ہے! صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے ہی سے ان کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں ان کو کیوں زندہ نہیں مانتے؟ ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔

مزید برآں یہ ''حضرات'' شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام محمد ﷺ سے بھی پہلے، براق اور جبرئیل علیہ السلام کی رفاقت کے بغیر ہی، آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاء علیہم السلام ہی نہیں بلکہ زندہ نبی عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے! اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو امام بن کر صلوٰۃ پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے بھی دیکھا، پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو ان کو پہچان کیوں نہ پائے؟ اور ہر مرتبہ جبرئیل علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ مَنْ هٰذَا يَا جِبْرَئِيْلُ (یہ کون صاحب ہیں اے جبرئیل؟) اور جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ هٰذَا آدَمُ (یہ آدم علیہ السلام ہیں) هٰذَا عِيْسٰى (یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں)، هٰذَا مُوْسٰى (یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں)، هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ (یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں)۔ (بخاری: کتاب الانبیاء، جلد ۱، صفحات ۴۷۰-۴۷۱، حدیثِ معراج عن ابی ذر رضی اللہ عنہ/ مسلم: کتاب الایمان، جلد ۱، صفحات ۹۲-۹۳)

تو جواب میں چُپ سادھ لی جاتی ہے!

دراصل معراج کی رات پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء علیہم السلام کو دکھایا گیا، ان کو ان کی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل و صورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا؛ وہ آسمانوں سے اتر کر نیچے نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے، ورنہ یہاں ان کو دیکھ کر جب نبی ﷺ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبرئیل علیہ السلام سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ مزید برآں نبی ﷺ نے اوپر آسمانوں میں جا کر انبیاء سے ملاقات کی تھی، نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاء کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔

قبر والوں کے لیے نبی ﷺ کی دعا:

مسلم کی ایک اور روایت لائی جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے قبر پر صلوٰۃ ادا فرمائی اور کہا کہ ان قبروں کے اندھیروں کو اللہ تعالیٰ میری دعا سے نورانی کر دیتا ہے۔ الفاظ یوں ہیں:

اِنَّ ھٰذَا الْقُبُوْرِ مَمْلُوَّۃٌ ظُلْمَۃً عَلٰی اَھْلِھَا وَ اَنَّ اللّٰہَ یُنَوِّرُھَا بِصَلَاتِیْ عَلَیْھِمْ

(مسلم: کتاب الجنائز، جلد ا، صفحات ۳۰۹-۳۱۰)

اگر اس سے یہی دنیاوی قبر مراد لی جائے تو پھر تو ایک ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں، کوئی نیک کوئی بد؛ ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر اصل بات یعنی برزخ کی قبر مان لی جائے تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

غرض ہر صحیح روایت کے مختلف معنوں میں سے صرف اپنے پسندیدہ معنی لے کر لوگوں نے دنیاوی قبر میں مردہ کو زندہ کر دکھایا ہے۔ یہ ان ''حضرات'' کا کمال ضرور ہے لیکن افسوس یہ نہ دیکھا کہ اس طرح نصوصِ قرآنی اور واضح ارشاداتِ نبوی ﷺ کا جو انکار لازم آئے گا اس کا علاج کیا ہوگا؟ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہی ''حضرات'' جو امام احمد بن حنبل کی اس بات کو صحیح مانتے ہیں کہ ملک الموت کے روح کو قبض کرنے کے بعد اسی قبر کے مردہ کے جسم میں لوٹا بھی دیا جاتا ہے اور وہ پھر زندہ ہو جاتا ہے، دوران گفتگو یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ نیک انسانوں کی رُوحیں علیین میں اور برے لوگوں کی سجین میں رکھی جاتی ہیں اور احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس تضاد بیانی کے مرتکب ہو رہے ہیں! روحیں اگر قبض کرنے کے بعد مرنے والوں کے جسموں میں پھر لوٹا دی گئیں تو اب روحیں بچی کہاں کہ علیین اور سجین میں رکھی جائیں؟ پھر اگر کہا جائے کہ علیین اور سجین روحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں بلکہ نیکوکاروں اور بدکاروں کے اعمال ناموں کے دفتر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ (المطففین: ۷تا۹)

''ہرگز نہیں! فاجروں کے اعمال نامہ سجین میں ہیں۔ اور تم کیا جانو کہ سجین کیا ہے؟ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی''

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

(المطففین: ۱۸تا۲۱)

''ہرگز نہیں! بے شک نیکوکاروں کے اعمال نامہ علیین میں ہیں۔ اور تم کیا جانو علیین کیا ہے؟ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ اس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں''

تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں گویا یہ بات پہلی مرتبہ آج ہی سنی ہے!

قرآن کی اس بات کے انکار کی جرأت نہ پا کر دوسری آیت کو پیش کیا جانے لگتا ہے کہ دیکھو سورۃ الاعراف میں ہے کہ ان لوگوں کے لیے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے

استکبار کرتے ہیں، آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے؛ ثابت ہوا کہ ان کی روحیں دنیا ہی میں رہتی ہیں، جواب میں کہا جائے کہ یہ قرآن کی ادیبانہ زبان ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال، ان کی دعاؤں اور خود ان کی ہرگز پذیرائی نہ ہوگی اور وہ کبھی جنت میں داخل نہ کیے جائیں گے؛ تو یقین نہیں آتا! اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ چلیے مانا کہ روحیں یہیں دنیا میں رہتی ہیں، لیکن قرآن کا ارشاد ہے کہ قیامت سے پہلے یہ اپنے جسموں میں واپس نہیں جاسکتیں، تو کیا اس دنیا میں بھٹکا کرتی ہیں؟ اور ان لوگوں کا عقیدہ آپ کے خیال میں درست ہے جو بد روحوں کی ایذا رسانی کے قائل اور بھوت پریت کے ماننے والے ہیں؟ تب بھی ہامی نہیں بھری جاتی اور یکا یک رخ بدل کر کہا جاتا ہے کہ اچھا قبر میں مردہ سے نبی ﷺ کی شبیہ دکھا کر جو یہ پوچھا جاتا ہے: **مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُل** (کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا)، یہ معاملہ کیا ہے؟ کیا یہ اشارہ قریب اور مردہ سے خطاب کا انداز نہیں ہے؟ پس ثابت ہوا کہ یہ مردہ بھی دنیاوی قبر میں زندہ اور نبی ﷺ کی شبیہ بھی فرشتوں کے پاس موجود؛ شبیہ کو نہ مانا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ مردہ کے لیے کشف کا انتظام ہوتا ہے اور وہ نبی ﷺ کو اپنی قبر سے دیکھتا ہے؛ تب ہی تو جواب دیتا ہے۔ کہا جائے کہ یہ بات میت سے فرشتے کہتے ضرور ہیں مگر اس دنیاوی قبر کے بجائے عالم برزخ میں، اور ھٰذا کا اشارہ مجاز ہے، اس سے مراد عہد ذہنی ہے جیسے شام میں نبی ﷺ کے دعوتی فرمان کے ملنے کے بعد ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو بلوا کر ہرقل نے کہا تھا کہ:

اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلُ (بخاری: کتاب بدء الوحی، جلد ۱، صفحہ ۴)

''میں اس (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) سے اس شخص کے بارے میں سوال کروں گا''

حالانکہ نبی ﷺ وہاں سے سینکڑوں میل دور مدینہ میں تھے۔ رہا شبیہ اور کشف کا معاملہ تو اس کی کوئی اصل نہیں، تو برا مان جاتے ہیں۔

آخر میں ترمذی کی ایک موضوع (گھڑی ہوئی) روایت لا کر اپنی طرف سے گویا اتمام حجت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ وَهُوَ ابْنُ مَدُّوِيَةَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَرَنِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ الْوَصَّافِيُّ عَنْ عَطِيَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُصَلَّاهُ فَرَاى نَاسًا كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرَى فَاَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهُ لَمْ يَاْتِ

عَلَی الْقَبْرِیَوْمٌ اِلَّا تَکَلَّمَ فِیْهِ فَیَقُوْلُ اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَةِ وَ اَنَا بَیْتُ الْوَحْدَةِ وَ اَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَ اَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ فَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلاً اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَ صِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیَ بِکَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهٖ وَ یُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ وَ اِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْکَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّ لَا اَهْلاً اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَ صِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیَ بِکَ قَالَ فَیَلْتَئِمُ عَلَیْهِ حَتّٰی یَلْتَقِیَ عَلَیْهِ وَ تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِیْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَ یُقَیِّضُ اللّٰهُ لَهٗ سَبْعِیْنَ تِنِّیْنًا لَوْ اَنْ وَاحِدٍ مِّنْهَا نَفَخَ فِی الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَیْئًا مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا فَیَنْهَشْنَهٗ وَ یَخْدِشْنَهٗ حَتّٰی یُفْضٰی بِهٖ اِلَی الْحِسَابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ[قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ] (ترمذی: کتاب صفۃ القیامۃ، جلد۲، صفحہ۶۹)

......عطیہ روایت کرتا ہے کہ ابوسعید (یعنی محمد بن السائب کلبی، ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نہیں) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ کے لیے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرو تو وہ تم کو اس کیفیت سے باز رکھے جس میں تم کو مبتلا پا رہا ہوں۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو کہ میں پردیس کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں؛ اور جب قبر میں مومن کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور کہتی ہے کہ تو میرے نزدیک بہت ہی محبوب تھا ان لوگوں میں سے، جو میری پیٹھ پر چلتے تھے؛ اب کہ تو میری آغوش میں آیا اور میرے قبضہ واختیار میں ہے، دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کس بھلائی کا سلوک کرتی ہوں۔ پھر کہا گیا کہ قبر اس مومن بندے کے لیے حدنگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور جنت کی طرف سے ایک دروازہ اس قبر میں کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب ایک فاجر اور کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا ''نامبارک و ناپسند'' تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں، سب سے برا تھا؛ پس اب کہ تو میرے قبضہ میں آ ہی گیا ہے تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا برا سلوک کرتی ہوں۔ کہا گیا کہ اب یہ قبر اس کو دباتی اور بھینچتی ہے یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں داخل ہو جاتی ہیں، پھر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے بتایا کہ اس طرح؛ پھر اس پر ایسے ستر

اژدھے مسلط کردیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا زمین میں پھنکار ماردے تو جب تک دنیا باقی ہے زمین کوئی چیز بھی نہ اگا پائے۔ یہ اژدھے اس کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ اسے حساب کے لیے لے جایا جائے گا۔ پھر راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

(ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت غریب ہے اور اس سند کے علاوہ دوسری سند مجھے معلوم نہیں)۔

اس روایت کو پیش کرنے والے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کو اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ ان کی اپنی بات کی تائید کرنے کے بجائے مخالف رائے رکھنے والوں کی بات کو صحیح بتاتی ہے۔ روایت کے آخری حصہ میں ہے کہ فجار اور کفار پر ننانوے اژدھے مسلط کردیے جاتے ہیں جو اس کو ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہیں اور ایسے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک ماردے تو قیامت تک زمین پر کچھ بھی نہ اگے۔ اب دیکھیے کہ اس زمین میں کتنے فاجروں اور کافروں کی قبریں موجود ہیں اور ان میں کتنے اژدھے ہوں گے جو مردہ کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہوں گے، پھنکار مارنا تو معمولی بات ہے، پھر بھی زمین پر سبزہ بھی اگتا ہے اور درخت بھی۔ معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہوسکتا کہیں اور ہوگا۔

اس کے بعد ذرا اس روایت کی سند پر بھی نظر ڈال لیجیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوسعید روایت کرتے ہیں اور ابوسعید سے عطیۃ (بن سعد بن جنادۃ)، جیسا کہ عربی متن سے صاف ظاہر ہے۔ اب اس عطیہ کا جو ابوسعید کہہ کر روایت کرتا ہے، حال ملاحظہ فرمایا جائے۔

عطیۃ بن سعد بن جنادۃ:

امام مسلم کہتے ہیں کہ احمد نے عطیۃ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ضعیف ہے اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عطیۃ ''الکلبی'' کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے تفسیر کی باتیں پوچھا کرتا تھا اور ''الکلبی'' کی کنیت اس نے اپنی طرف سے ابوسعید مقرر کر لی تھی اور اس سے سنی ہوئی بات کے متعلق کہتا تھا کہ مجھ سے ابوسعید نے حدیث بیان کی۔ ابو احمد الزبیری کہتے ہیں کہ میں نے ''الکلبی'' کو کہتے ہوئے سنا کہ عطیۃ نے میری کنیت ابوسعید رکھ لی ہے۔ وہ اہل کوفہ کے شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ عطیۃ نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو وہ ''الکلبی'' کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا، اور اپنی ساری صفات کے ساتھ، پھر جب ''الکلبی'' کہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کہا (حالانکہ ''الکلبی'' صحابی نہیں تھا، اس کی شیعیت کا بیان اور اس کی صفات کا ذکر آگے آرہا ہے) تو

وہ اسے حفظ کر لیتا اور ''الکلبی'' کی کنیت جو اس نے اپنی طرف سے ابو سعید رکھ لی تھی، اس سے روایت کر دیتا اور کہتا کہ مجھ سے ابو سعید نے روایت کی اور لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا کہ یہ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حالانکہ اس سے مراد ''الکلبی'' ہوتا۔ اس سے حدیث لکھنا حلال نہیں اِلّا یہ کہ کوئی عجائب وغرائب بیان کرنا چاہے۔ ابو بکر البز ار نے کہا کہ وہ شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۷، صفحات ۲۲۴-۲۲۶)

محمد بن السائب ''الکلبی'':

عطیہ کے بعد اس کے استاد محمد بن السائب ''الکلبی'' کا حال سنیے جس کو اس نے ابو سعید کی کنیت سے نوازا تھا۔ معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں: ایک ان میں سے الکلبی ہے۔ اور انہی سلیمان سے لیث بن ابی سلیم نے روایت کی کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں: ایک الکلبی اور دوسرا السدّی (یعنی محمد بن مروان جس کی مشہور روایت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے)۔ الزائدۃ نے کہا کہ میں ''الکلبی'' کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بیمار ہوا اور جو کچھ مجھے یاد تھا سب بھول گیا۔ پس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا؛ انہوں نے میرے منہ میں تھوکا اور بھولا ہوا سب مجھے یاد آ گیا۔ اس بات پر میں نے اسے ترک کر دیا۔ ابو جزء نے کہا کہ ''الکلبی'' کافر ہے؛ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے اٹھ گئے اور علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ پر وحی نازل کر دی۔ یزید بن زریع نے کہا کہ میں نے اس سے یہ بات تو نہیں سنی لیکن میں نے اسے سینہ کوبی (ماتم) کرتے ہوئے ضرور دیکھا ہے؛ وہ کہتا جاتا تھا کہ میں سبائی ہوں، میں سبائی ہوں۔ عقیلی کہتے ہیں کہ سبائی روافض کی وہ شاخ ہیں جو عبداللہ بن سبا کی پیروی کرتے ہیں۔ جورجانی نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ ابن حبان کی بھی یہی رائے ہے۔ الساجی کہتے ہیں کہ وہ غالی شیعہ تھا۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۹، صفحات ۱۷۸-۱۸۰)

اب عطیہ اور اس کے استاد، جعلی ابو سعید ''الکلبی'' کی اس روایت سے یہ استدلال کہ قبر کے دو گز زمینی گڑھے میں روح پھر واپس آ جاتی ہے اور مردہ زندہ ہو کر دیکھنے، سننے اور سمجھنے لگتا ہے؛ مومن ہے تو اس کی قبر کے حدود اربعہ میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے:

یہ قبر حدّ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے، جنت کی کھڑکی اس میں کھل جاتی ہے؛ اور اگر فاجر اور کافر ہے تو یہی قبر دباتی ہے: یہاں تک کہ دونوں طرف کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں، اور ستر زہریلے اژدھے مسلط کر دیے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے، اور ہر ایک ان میں سے ایسا زہریلا ہے کہ اگر زمین میں ایک پھونک مار دے تو قیامت تک زمین کوئی چیز نہ اُ گا پائے ....! کہا جائے کہ ایک قبر میں اگر مومن اور کافر دونوں کے بدن کے اجزاء موجود ہیں تو کیا دونوں پر جنت کی ہوائیں چلیں گی اور دونوں کو زمین دبائے گی؟ مومن کے بارے میں تو یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے! تو فوراً مسند احمد کی منکر روایت پیش کر دی جاتی ہے کہ کیا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو زمین نے نہیں دبایا تھا؟ معاذ اللہ! جس صحابی رضی اللہ عنہ کی موت پر بخاری کی حدیث یہ بیان کرے کہ عرشِ الٰہی جنبش میں آ گیا، اس کے ساتھ قبر کی زمین کا یہ سلوک! حالانکہ عطیہ کی اس جھوٹی روایت کے لحاظ سے تو اُس کو حدّ نگاہ تک وسیع ہو جانا چاہیے تھا۔ کیا طرفہ تماشا، کیا بوالعجبی ہے!

ترمذی کی اس روایت میں عطیہ اور ''الکلبی'' عرف ابوسعید کی صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنی بھی صاف جھلک رہی ہے۔ ان دونوں نے ان کو موت سے غافل، قہقہے لگانے والا ظاہر کیا ہے!

بات صاف ہوگئی۔ اور یہ معمولی بات ہے بھی نہیں بلکہ یہ ایمان باللہ، ایمان بالکتاب اور ایمان بالرّسول کا معاملہ ہے۔ جس طرح عذابِ قبر کا انکاری بہر حال ایمان دار نہیں ہے اسی طرح جو یہ عقیدہ رکھے کہ اِسی دنیاوی قبر کے مردہ میں روح واپس آ جاتی ہے، اِسی کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے، سوال و جواب ہوتا ہے اور اب اِسی پر قیامت تک دنیاوی قبر کے اندر عذاب یا راحت کا دور گزرتا رہے، وہ بھی ایمان سے خالی ہے۔ ان دونوں پر اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجت تمام کر دی ہے۔

آج حال یہ ہے کہ ایک طرف قرآن، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کا فیصلہ یہ ہے کہ روح بدن سے نکلنے کے بعد مردہ جسم میں قیامت سے پہلے واپس نہیں آ سکتی اور نہ دنیاوی جسم سے اس کا کسی قسم کا کوئی تعلق ہی باقی رہتا ہے، یہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں، ان میں جان کی کی رمق تک نہیں ہوتی ......اور دوسری طرف امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ایک جم غفیر ہے، جو مردہ جسم میں قیامت سے پہلے روح کے واپس آ جانے کا قائل اور اِسی دنیاوی قبر میں قیامت تک مردہ پر عذاب یا راحت کے سارے حالات کے گزرنے کا اقراری ہے۔ یہ دونوں عقیدے جو

قرآن اور حدیث کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں، ایک نہیں، ان میں زمین و آسمان کی دوری اور ایمان وکفر کا فرق ہے۔ایک کا ماننے والا بہرحال دوسرے کا کافر ہے۔اب کہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ☆ ،لوگوں کو اختیار ہے: جس کا دل چاہے قرآن اور حدیث کی بات مانے اور جس کی مرضی میں آئے وہ گل ہائے عقیدت کی رنگینیوں کے فسوں سے ازخود رفتہ ہوکر......شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دے۔

امت کی بدنصیبی کہ آج عذاب قبر کے اس عظیم مسئلہ کو فروعی مسئلہ قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے حالانکہ دنیاوی قبر میں عذابِ قبر کا اثبات ''حیات فی القبر'' کے ہم معنی اور قبر پرستی کے شرک کی اصل اور بنیاد ہے۔اسی لیے شیطان لعین نے اس مسئلہ میں اُس وقت کہ نبی ﷺ کی میتِ مبارکہ ابھی دفن بھی نہ ہوئی تھی، امت کے دوسرے نمبر کے بزرگ ترین ولی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فریب دینے کی کوشش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم کہ پہلے نمبر کے بزرگ ترین ولی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمنِ ایمان کے اِس وار کو اُسی پر الٹ دیا اور دو صدیوں تک اُس لعین کی ایک نہ چلی۔ پھر ۲۲۰ھ کے مسئلہ ''خلقِ قرآن'' کے ہیرو امام احمد بن حنبل پر اُس کا وار ہوا۔افسوس کہ وہ تاب نہ لا سکے۔اب اُن کی شہرت اور اُن کے ساتھ بے پناہ عقیدت کے سہارے اُس ازلی دشمن کو قبر پرستی کے شرک کی بنیاد کہ ''مرنے والا دنیاوی قبر میں زندہ ہے'' امت کے عقیدہ میں داخل کرنے اور قائم رکھنے کا موقع مل گیا، پھر دنیا بھی لٹی اور آخرت بھی برباد ہوگئی۔اور آج ہر طرف شرک وکفر کے سیاہ سائے راج کررہے ہیں! آیئے کہ اللہ کا نام لے کر اصلاحِ حال کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیکھیں اور اللہ غالب و توانا پر، جس نے نصرت کا وعدہ کیا ہے، توکّل کریں۔

اگلے صفحات پر مختلف مسالک کے مشہور علماء کے عقیدوں کے اقتباسات موجود ہیں جو یہ ثابت کررہے ہیں کہ تبع تابعین کا زمانہ گزرتے ہی، اِس باطل عقیدے کو ہمہ گیر قبولیت حاصل ہوگئی، اور آج تک حاصل ہے!

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لیے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟ اور...... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقوش قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لیے ہمارے ہمسفر بنیں؟

☆ ''بیشک ہدایت گمراہی سے واضح ہوگئی''

عقائد مشاہیر علماء مسالک

دیوبند

بانئ دیوبند قاسم نانوتوی صاحب، محمود الحسن صاحب، اشرف علی تھانوی صاحب وغیرہ
المہند (عقائد علماء دیوبند) مرتبہ خلیل احمد صاحب، صفحہ ۱۶ مطبوعہ قرآن محل، کراچی

عقیدہ در بارہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: کیا فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپؐ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟
جواب: ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ یہ حیات برزخی نہیں ہے۔

بریلی

بانئ مسلک احمد رضا خان صاحب
ملفوظات اعلیٰحضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی صفحہ ۳۲ حصہ سوم مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

عرض: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔
ارشاد: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً اُن کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دینویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

تبلیغی جماعت:

۴۸: شیخ نجم الدین اصفہانیؒ مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازے میں شریک ہوئے جب لوگ ان کو دفن کر چکے تو تلقین کرنے والے نے قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین کی۔ شیخ نجم الدین ہنسنے لگے، اوران کی عادت ہنسنے کی بالکل نہیں تھی، بعض خدام نے ہنسی کی وجہ پوچھی، تو شیخ نے جھڑک دیا، کئی دن بعد فرمایا کہ میں اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کرنیوالا قبر پر تلقین کیلئے بیٹھا تو میں نے ان بزرگ کو جو دفن کئے گئے تھے یہ کہتے ہوئے سنا، دیکھو جی حیرت کی بات ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے (روض)۔

عرب میں بعض ائمہ مذہب[1] کے موافق یہ دستور ہے کہ جب میت دفن کر دیتے ہیں تو ایک شخص اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھتا ہے، اور منکر نکیر کے سوال جواب دہراتا ہے، اس کو تلقین کہتے ہیں، ان بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے، اور جو تلقین کر رہا تھا وہ اس دولت سے خالی ہوگا۔

(فضائل حج: ص ۲۲۵، ''شیخ الحدیث'' زکریا صاحب، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

---

[1] امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ وغیرہ (کتاب الروح: صفحہ ۱۷/ فتاویٰ ابن تیمیہ: جلد ۱، صفحہ ۲۸۹) [مصنف]

ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔ اُس نے ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے۔ قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور اُن کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔ اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا۔ تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے قصہ پوچھا، اس نے سارا حال سنا دیا۔ بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی۔ اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے، اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا، کہہ رہے ہیں، اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائیگا کہ یاد کرے گا۔ اُس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا (روض)

(فضائل صدقات: حصہ ۲، صفحات ۲۵۲، ۲۵۳)

مودودی صاحب:

اصحاب قبور سے درخواستِ دعا۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ زور زور سے اُن ولی اللہ کو پُکار کر یہ بات کہیں۔ اس صورت میں اعتقاد کی خرابی تو لازم نہ آئے گی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ پکار رہے ہوں اور وہ نہ سُن رہے ہوں۔ کیونکہ سماع موتیٰ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کا سماع تو ممکن ہو، مگر ان کی روح اس وقت وہاں تشریف نہ رکھتی ہو، اور آپ خواہ مخواہ خالی مکان پر آوازیں دے رہے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کی روح تشریف فرما تو ہو مگر وہ اپنے رب کی طرف مشغول ہوں، اور آپ اپنی غرض کے لیے چیخ چیخ کر اُن کو اُلٹی اذیت دیں۔

(رسائل ومسائل: حصہ سوم، صفحہ ۳۶۵)

مسئلہ حیات النبیؐ: اگر کوئی شخص اس مسئلے میں قطعاً خالی الذہن ہو یا اس کے بارے میں کوئی عقیدہ و رائے نہ رکھتا ہو اس سے قیامت میں کوئی باز پرس نہ ہوگی اور اس کے انجام اخروی پر اس عدم رائے یا خلوئے ذہن کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا۔ البتہ خطرے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا اور اس کی تبلیغ کرتا ہے، کیوں کہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدم صحت دونوں کا احتمال ہے۔

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۵۹ء)

(رسائل ومسائل: حصہ سوم، صفحہ ۴۴۰)

مودودی صاحب نے قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عظیم الشان مسئلہ کو فروعی مسئلہ بنا دیا اور یہ فرما کر کہ جو اس مسئلہ میں ایک عقیدہ رکھے اور اس کی تبلیغ بھی کرے وہ خطرے میں ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطرے میں ڈال دیا! قرآن و حدیث کے فیصلے کے برخلاف یہ نظریہ بھی پیش فرمایا کہ روحیں جسم سے نکلنے کے بعد اس دنیاوی قبر میں برابر آتی جاتی رہتی ہیں یعنی کبھی مردہ بدن سے وابستہ، کبھی اُس سے الگ! دوسری بات یہ بتلائی کہ اگر کوئی شخص ولی اللہ کی قبر پر پہنچ کر زور زور سے پُکار کر اُن سے دعا کی درخواست کرے تو عقیدے کی خرابی لازم نہ آئے گی! سبحان اللہ

امام احمد بن حنبل

امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) اپنی کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

وَالْاِیْمَانُ بِالْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ، وَالْاِیْمَانُ بِمُنْکَرٍ وَّ نَکِیْرٍ وَّ عَذَابِ الْقَبْرِ بِمَلَکِ الْمَوْتِ، یَقْبِضُ الْاَرْوَاحِ ثُمَّ تُرَدُّ فِی الْاَجْسَادِ فِی الْقُبُوْرِ فَیُسْأَلُوْنَ عَنِ الْاِیْمَانِ وَالتَّوْحِیْدِ

(کتاب الصلٰوۃ ص ۴۵ طبع قاہرۃ وطبقات الحنابلۃ فی ترجمۃ مسددبن مسرھد)

حوض کوثر، شفاعت، منکرنکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۶۵، مصنفہ ابوالزاہد سرفراز خان صفدر)

یہ عقیدہ امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور ''امت مسلمہ'' کی اکثریت نے اس لیے اپنایا ہے کہ امام احمد بن حنبل اسی دنیاوی قبر میں مردہ کے زندہ ہوجانے کا عقیدہ رکھتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا فتویٰ سے ثابت ہے۔

امام ابن تیمیہ

وَاسْتَفَاضَتِ الْاٰثَارُ بِمَعْرِفَةِ الْمَیِّتِ اَھْلِہٖ وَبِاَحْوَالِ اَھْلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ فِی الدُّنْیَا وَاَنَّ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیْہِ وَجَآءَتِ الْاٰثَارُ بِاَنَّہٗ یَرٰی اَیْضًا وَّ بِاَنَّہٗ یَدْرِیْ بِمَا یُفْعَلُ عِنْدَہٗ فَیُسَرُّ بِمَا کَانَ حَسَنًا وَّیَتَأَلَّمُ بِمَاکَانَ قَبِیْحًا وَتَجْتَمِعُ اَرْوَاحُ الْمَوْتٰی فَیَنْزِلُ الْاَعْلٰی اِلَی الْاَدْنٰی لَاالْعَکْسُ

(امام ابن تیمیۃ حنبلی: ص ۴۷-۴۴۶ الفتاویٰ الکبریٰ ابن تیمیۃ جلد ۴ مطبوعۃ بیروت)

ترجمہ: مشہور اور مستفیض احادیث سے ثابت ہے کہ مردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے اعمال کو جانتا ہے جو ان کو دنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کیے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور جو کچھ اسکے پاس کیا جاتا ہے اسکو جانتا بھی ہے اگر وہ کاروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بری ہو تو اسکو اس سے رنج پہنچتا ہے اور مردوں کی روحیں اجتماعات بھی کرتی ہیں۔ لیکن صرف اعلیٰ روحیں ادنیٰ کی طرف نازل ہوتی ہیں اس کے برعکس نہیں۔

(بحوالہ سماع موتی از سرفراز خان صفدر، صفحہ ۲۸)

امام ابن قیم حنبلی

وَقَدْ شَرَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِہٖ اِذَا سَلَّمُوْا عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ اَنْ یُّسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ سَلَامٌ مَنْ یُّخَاطِبُوْنَہٗ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَقَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَھٰذَا خِطَابُ لِمَنْ یَّسْمَعُ وَیَعْقِلُ وَلَوْلَاذٰلِکَ لَکَانَ ھٰذَا الْخِطَابُ بِمَنْزِلَۃِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَالْجَمَادِ . وَالسَّلْفُ مَجْمُعُوْنَ عَلٰی ھٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْھُمْ بِاَنَّ الْمَیِّتَ یَعْرِفُ زِیَارَۃَ الْحَیِّ لَہٗ وَیَسْتَبْشِرُبِہٖ (کتاب الروح مولفه ابن قیم الحنبلی مطبوعه حیدرآباد دکن، صفحه ۵)	ترجمہ: تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کے لئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو ان سے ایسے انداز میں سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے اور یہ خطاب ان سے ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا حالانکہ سلف صالحینؒ کا اسی پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مردہ اس زندہ کو (آواز سے) پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کے لئے آتا ہے اور مُردہ کو اس سے خوشی بھی ہوتی ہے۔

(بحوالہ سماع موتی از سرفراز خان صفدر، صفحہ ۱۵۹)

محمد بن عبدالوہاب نجدی

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ فرماتے ہیں کہ:

وَالَّذِیْ نَعْتَقِدُاَنَّ رُتْبَۃَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلٰی مَرَاتِبُ الْمَخْلُوْقِیْنَ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَاَنَّہٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ حَیٰوۃً مُّسْتَقِرَّۃً اَبْلَغُ مِنْ حَیَاتِ الشُّھَدَآءِ الْمَنْصُوْصُ عَلَیْھَا فِی التَّنْزِیْلِ اِذْ ھُوَ اَفْضَلُ مِنْھُمْ بِلَارَیْبٍ وَّاَنَّہٗ لَیَسْمَعُ مَنْ یُّسَلِّمُ عَلَیْہِ (بحواله اتحاف النبلاء ص۴۱۵ طبع کانپور)	جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ پر (عندالقبر) سلام کہتا ہے آپ اس کو سنتے ہیں۔

(بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۱۴۳)

بانی مسلک اہلحدیث میاں نذیر دہلوی صاحب

اور یہ قول بھی بالکل غلط ہے کہ روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں میں اور مقاموں میں گشت اور دورہ کرتی ہے۔ اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابن مسعودؓ

سے مرفوعاً روایت ہے ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من السلام رواہ النسائی و الدارمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کچھ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کام پر تعینات کر دیا ہے کہ وہ دنیا میں پھرتے رہتے ہیں جو کوئی شخص میری امت سے میرے اوپر درود وسلام پڑھتا ہے وہ فرشتے اس درود وسلام کو میرے پاس پہنچا دیتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ رواہ البھقی فی شعب الایمان یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو کوئی شخص دور کا رہنے والا میرے اوپر درود وسلام پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے لاتے ہیں، پس اگر روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں اور سب مقاموں میں گشت کرتی ہوتی تو حدیثوں میں یوں بیان آتا کہ جہاں کہیں میرا ذکر ہوتا ہے یا درود وسلام پڑھا جاتا ہے میں سن لیتا ہوں یا موجود ہو جاتا ہوں اور فرشتوں کے پہنچانے کی حاجت نہ ہوتی۔

(فتاویٰ نذیریہ: جلد اوّل، صفحہ ۶-۷، مطبوعہ اہلحدیث اکاڈمی، لاہور)

نذیر میاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر جگہ تو نہیں مگر مدینہ والی قبر میں ضرور حاضر و ناظر ہیں، وہاں پڑھے جانے والے درود وسلام کو خود بھی سنتے ہیں اور وہیں زمین میں گردش کرنے والے فرشتے امت کا پڑھا ہوا درود وسلام لیجا کر آپ ﷺ پر پیش کرتے ہیں!

نواب صدیق الحسن خان صاحب (اہلحدیث)

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں:

و جملہ اموات از مومنین و کفار در حصول علم و شعور و ادراک و سماع و عرض اعمال و رد جواب برزائر برابر اند تخصیص بہ انبیاء و صلحاء نیست۔

(دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب ص ۸۴۰)

تمام مردے مومن ہوں یا کافر، حصول علم شعور، ادراک، سماع، عرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب لوٹانے میں برابر اور یکساں ہیں۔ ان امور کی تخصیص محض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ وسلام اور صلحاء کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

(بحوالہ سماع الموتی مولفہ سرفراز خان صفدر، صفحہ ۲۲۱)

وحید الزماں صاحب (اہلحدیث)

(ہم) اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماعِ موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مُردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور اور سلف کا اس پر اجماع ہے صرف حضرت عائشہ سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے جیسے معاویہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا۔

(لغات الحدیث، جلد ۳، صفحہ ۱۶۶)

پیر جھنڈا بدیع الدین راشدی صاحب (اہلحدیث)

پیر جھنڈا صاحب سماع موتی کے قائلین کی دلیلیں رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

حدیث خفق النعال سے استدلال اسی طرح خفق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری (ج ا ص ۱۸۷) میں اس طرح ہے:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی و ذهب اصحابه حتی انه لیسمع قرع نعالم اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان له ما کنت تقول فی هذا الرجل محمد......الحدیث

انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس ہٹتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس جوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔

جواب یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کہ دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت زندہ کیا جاتا ہے سوال کے لیے اور دوسری جگہ پر براء بن عازب کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صریحا ذکر ہے۔

ففی حدیث اصحاب السنن و صححه ابو عوانة وغیرہ و فیه فتردروحه فی جسدہ فیاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک الحدیث و فیه و ان الکافر تعادفیه روحه فی جسدہ فیاتیه ملکان فیجلسانه الحدیث–کذا فی الفتح ص ۴۷۶ ج ۱۳ الحلبی بمصر

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابوعوانۃ وغیرہ نے صحیح کہا یوں ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس کہتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ الحدیث (اور اس میں ہے) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے ہیں آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔

پس یہ روایت خارج عن محل النزاع ہے کیونکہ زندہ کے سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں، اس کے ساتھ اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔

(توحید خالص مؤلفہ بدیع الدین راشدی صاحب، صفحہ ۶۱۶)

پیر صاحب شاید یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر مردہ اپنی دنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے اور سننے لگتا ہے، رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آپ ﷺ قبروالوں کو نہیں سنا سکتے، تو شاید اس سے مراد وہ ''مردے'' ہیں جو کسی خاص وجہ سے زندہ نہیں ہو پاتے!